پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ 6 لڑکے، 5 لڑکیاں، 2 بھائی اور 1 بہن چھوڑے ہیں۔ لڑکوں میں سے بڑا الشیخ محمد یوسف جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فارغ التحصیل ہوکر مرکز اسلامی سکردو میں تدریسی ودعوتی کاموں میں مصروف ہے۔ دوسرا لڑکا عزیزم حبیب الرحمٰن مدینہ یونیورسٹی کے پوسٹ گریجویشن سیکشن میں زیر تعلیم ہے۔ تین لڑکیاں جامعہ دار العلوم بلتستان غواڑی سے فارغ ہوکر کلیة الدراسات الاسلامیه للبنات ہی میں تدریسی فرائض انجام دے رہی ہیں۔ باقی بچے جامعہ دار العلوم اور الاثر پبلک سکول میں زیر درس ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام کو خیر خلف بنائے، تمام پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق و ہمت بخشے اور ہم سب کے محبوب فقید کی بشری لغزشوں سے درگزر فرمائے، اعمالِ صالحہ اور باقیاتِ صالحات کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

جمعہ کی چھٹی

ضلع لودھراں میں متحدہ مجلس عمل کے زیر اہتمام مختلف دینی وسماجی جماعتوں کا مشترکہ اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں اتفاق رائے سے یہ قرارداد پاس کیا گیا کہ اسلام میں جمعہ کو تمام دنوں کے سردار کا درجہ حاصل ہے۔ اس لیے ہمیں اسلامی ممالک کی پیروی کرتے ہوئے اتوار کے بجائے جمعة المبارک کو ہی ہفتہ وار تعطیل کرنا چاہیے۔ ہفتہ یہودیوں کا اور اتوار نصرانیوں کا خاص مذہبی دن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان سے آگے خصوصی دن عنایت فرمایا ہے۔ اس لیے ہمیں ان کی پیروی سے اجتناب کرنا چاہیے۔ کیونکہ ہمارا تعلق مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے ہے، لہٰذا واشنگٹن اور لندن سے روحانی تعلق پیدا کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دی جائے گی۔

اجلاس میں اعلان کیا گیا کہ متحدہ مجلس عمل جمعة المبارک کی چھٹی کے علاوہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے بھرپور اور مخلصانہ جدوجہد کرے گی۔

(شعبہ نشرواشاعت ادارۂ معارف اسلامی لودھراں)

درس قرآن

اعداد: اسماعیل امین

قال الله تعالى: ﴿يَآأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۞ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الأَرْضَ فِرَاشاً وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّأَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقاً لَّكُمْ فَلا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ أَنْدَاداً وَّأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۞﴾[سورة البقرة/۲۱-۲۲]

ترجمہ: "اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی، خبردار! جان لینے کے باوجود اللہ کے ساتھ شریک مقرر نہ کرو"۔

سابقہ آیات سے ربط اور مختصر تفسیر :

اللہ تعالی نے سورۂ بقرہ کے شروع میں خالص اہل ایمان کا تذکرہ چار آیتوں میں فرمایا، پھر خالص اہل کفر کا تذکرہ دو آیتوں میں فرمانے کے بعد اہل نفاق کی توضیح فرمائی۔ چونکہ منافقین بڑے گندے اور خطرناک ہونے کے ساتھ ساتھ پوشیدہ کافر تھے۔اس لیے ان کے اخلاق وعادات پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی گئی۔(تفسير البيضاوى عند قوله تعالى ﴿ومن الناس من يقول آمنا......﴾،فتح القدير للشوكانى، مدارج السالكين ۱ /۳۵۵)

اللہ تعالی نے ہدایت اور ضلالت کے اعتبار سے انسانوں کے تین گروہوں کا ذکر فرمایا۔اس کے بعد اللہ تعالی اپنی وحدانیت اور اس کی عبادت کی دعوت تمام انسانوں کو دے رہا ہے، کیونکہ اللہ ایک ایسی عظیم ذات ہے کہ اسی نے تمام بندوں کو عدم سے وجود میں لایا، اسی نے ہر طرح کی ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا فرمائیں اور اسی نے زمین کو فرش بنایا اور اس میں مضبوط پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں اور آسمان کو چھت بنایا اور بادل سے اللہ تعالی نے پانی نازل فرمایا' پھر پانی سے طرح طرح کے پھل' پھول اور نباتات وسبزیاں پیدا فرما کر لوگوں اور ان کے جانوروں کے لئے روزی اور خوراک مہیا فرمایا۔پس جب اللہ تعالی سب کا خالق' سب کا رازق اور مالک ہے، تو صرف اللہ ہر قسم کی عبادتوں کا مستحق ہے۔اسی لئے فرمایا اللہ تعالی کا شریک مت ٹھہراؤ، حالانکہ تم جانتے ہو۔(تفسير ابن كثير)

﴿اعبدوا ربکم﴾ اس کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: تم اللہ کی توحید پر قائم رہو، اللہ کی اطاعت اور عبادت میں کسی کو بھی شریک مت ٹھہراؤ (تفسیر طبری)

﴿الذی خلقکم و الذین من قبلکم﴾ "تم اس رب کی بندگی کرو' جو تمہارا اور تم سے پہلے لوگوں کا خالق ہے۔ "خلق" دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے (۱) التقدیر: اندازہ کرنا، (۲) الانشاء والاختراع والابداع: یعنی پہلی بار پیدا کرنا۔ [القرطبی]

﴿لعلکم تتقون ۞﴾ "لعل" اصل میں امید اور توقع کے معنی میں مستعمل ہے، لیکن یہ معنی اللہ کے لیے استعمال کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس کا دوسرا استعمال شک سے پاک ہونا بھی ہے، جو یہاں پر مناسب ہے۔ اور یہ "لام کیْ" کے معنی میں ہے۔ یعنی اللہ کی عبادت کا حکم اس لیے دیا کہ تم تقویٰ سے مسلح اور مزین ہو سکیں۔ [تفسیر فتح القدیر، تفسیر القرطبی] قرآن پاک میں "لعل" کا اعتبار عموماً یقین کے معنی میں ہوا ہے۔ [اشرف الحواشی]

﴿لعلکم تتقون﴾ میں دو معنوں کا احتمال ہے: (۱) جب تم اللہ کی عبادت کرو گے' تو تم اس عبادت کی بدولت اللہ کی ناراضگی اور عذاب سے بچ سکو گے (۲) جب تم اللہ وحدہ لاشریک کی بندگی کرو گے، تو تمہارا شمار متقی اور پرہیز گار لوگوں میں ہو گا۔ دونوں معنی یہاں پر درست اور ایک دوسرے کے لازم ملزوم ہیں۔ کیونکہ جو شخص اللہ کی عبادت کامل طور پر کرے گا، وہ متقی بن جائے گا اور جو متقی بن جائے گا' اللہ اس کو عذاب سے نجات دے گا۔ (تفسیر سعدی)

﴿الذی جعل لکم الارض فراشا و السماء بناء﴾ یعنی اس اللہ کی عبادت کرو، جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا، اور آسمان کو چھت۔ اس کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو قرار کی جگہ اور بچھونا بنایا، جس پر انسان چل پھر سکے، اور آسمان کو زمین کے لیے بطور چھت' قبہ کی شکل میں بنایا۔ یہاں "السماء" سے مراد معروف آسمان ہے۔ اسے سماء اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ زمین اور اس کے باسیوں کے اوپر ہے۔ ہر وہ چیز جو کسی چیز کے اوپر ہو' اس کو "سماء" کہا جا سکتا ہے۔ اسی لیے گھر کی چھت کو بھی سماء کہا جاتا ہے [الطبری] اور بادل کو بھی سماء کہا جاتا ہے۔

﴿وانزل من السماء ماء﴾ میں السماء سے مراد بادل ہے [ابن کثیر] کیونکہ بارش کا نزول بادل سے ہوتا ہے، نہ کہ آسمان سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ء أنتم انزلتموہ من المزن أم نحن المنزلون ۞﴾ (الواقعہ ۶۹)

﴿فاخرج به من الثمرات رزقالكم﴾ یعنی اللہ تعالی نے بارش کے ذریعے ہر قسم کے پھلوں اور سبزیوں کو تیار کیا۔ ﴿رزقالکم﴾ کی تفسیر میں امام بغوی فرماتا ہے: تاکہ یہ تمہارے لئے اور تمہارے جانوروں کے لئے خوراک بن سکے۔(تفسیر بغوی)

﴿ فلاتجعلوا لله انداداً﴾ انداد، ندّ کی جمع ہے،اس کا معنی ہمسر،ہم پلہ اور شریک ہے۔

﴿وانتم تعلمون ۞﴾ یہ جملہ حالیہ ہے،اس کا معنی یہ ہے کہ تم اللہ کو خالق اور رازق جانتے ہوئے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ۔اس خطاب میں ہر وہ مکلّف داخل ہے،جس کے پاس اللہ کی وحدانیت اور ربوبیت کا علم ہو،خواہ وہ عربی ہو یا عجمی،خواندہ ہو یا ناخواندہ۔

دونوں آیتوں سے مستنبط چند اہم فوائد۔

فائدہ(۱) مذکورہ دونوں آیتوں کا مرکزی موضوع اللہ تعالی کی عبادت اور بندگی ہے کہ اللہ تعالی نے تمام انسانیت پر اپنی بندگی کو لازم کیا،کیونکہ اللہ کی بندگی ایک ایسا محبوب مقصد ہے،جس کے لئے جن اور انس کی تخلیق ہوئی۔ جیسے ارشاد الٰہی ہے:﴿وماخلقت الجن والانس الا ليعبدون ۞﴾(الذریات/۵۶)اور اسی عبادت کو سمجھانے کے لئے تمام رسولوں کو مبعوث فرمایا:﴿ولقد بعثنا في كل امة رسولا ان اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت﴾(النحل ۳۶)اسی لئے مقام عبودیت سے بڑھ کر کسی مخلوق کے لئے کوئی مقام نہیں ہے۔ اللہ تعالی نے فرشتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:﴿بل عباد مكرمون ۞﴾(الانبیاء/۲۶) یہ فرشتے اللہ کی اولاد تو ہرگز نہیں ہوسکتے،بلکہ یہ لوگ تو اللہ کے معزز بندے ہیں۔کیونکہ مخلوق کے لئے بندگی سے بڑھ کر کوئی مقام ہے ہی نہیں،اور اللہ تعالی نے امام الأنبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی تعریف اور توصیف بہت سے اشرف مقامات میں اسی عبودیت سے کی ہے، جیسے اسراء و معراج،نزول قرآن،دعوت و تبلیغ اور کفار کو چیلنج دیتے وقت ان تمام مقامات میں اپنے پیارے نبی کو لفظ ''عبد'' سے موصوف کیا،جیسے ارشاد ربانی ہے:﴿سبحان الذى أسرى بعبده﴾(الاسراء-۱) ﴿تبارك الذى نزل الفرقان على عبده﴾(الفرقان-۱)﴿وأنه لما قام عبد الله يدعوه﴾(الجن ۱۹) ﴿وإن كنتم فى ريب مما نزلنا على عبدنا فأتوا بسورة من مثله﴾(البقرة ۲۳) یہ تو سب کو معلوم ہے کہ آپ ﷺ سے بڑھ کر کسی مخلوق کو اللہ کے ہاں بلند مقام حاصل نہیں،لیکن اس حقیقت تک بعض لوگ ابھی تک پہنچ نہ سکے کہ آپ ﷺ ذاتی و جسمانی طور پر ہم جیسے بشر تھے،مگر اللہ کی عبودیت میں کمال کے

ذریعے یہ رتبہ حاصل ہوا :﴿قل إنما أنا بشر مثلكم...... ﴾(الكهف ۱۱۰)
اس لئے جو شخص اللہ کے ہاں کوئی مقام حاصل کرنا چاہے، اسے نبی علیہ الصلاۃ و السلام کے طریقے پر اللہ کی عبودیت میں اپنی زندگی بسر کرنا ہوگا۔اور جو کوئی یہ گمان کرے کہ کسی انسان کو اللہ کی عبودیت سے ہٹ کر کوئی اور راستہ اختیار کر کے نجات مل سکتی ہے، تو وہ آدمی سب سے احمق اور سب سے گمراہ ہوگا۔(العبوديه ص: ۵۷)

عبادت کسے کہتے ہیں؟ کیا عبادت کے قبول ہونے کے لئے کوئی شرط ہے؟ اس سوال کے جواب میں ہم بالاختصار کہتے ہیں کہ عبادت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر فرماتا ہے:''شریعت میں عبادت ایک ایسی چیز ہے جو محبت، خشوع وخضوع اور خوف کا مجموعہ ہے''(تفسير القرآن العظيم، عند الآيه ﴿إياك نعبد﴾.
عبادت کا اصلی معنی تذلل ہے، یعنی عابد اپنے معبود کے سامنے انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنے آپ کو ذلیل کر دے اور عبادت میں تذلل کے ساتھ معبود کی محبت بھی شرط ہے، کیونکہ جو کوئی انسان کسی جابر بادشاہ کے سامنے مجبوراً جھک جائے لیکن دل سے اسے ناپسند کرے، تو اسے عابد نہیں کہا جائے گا۔بلکہ عبادت کے مفہوم میں تذلل اور محبت دونوں داخل ہے، اسی لئے تذلل اور کامل محبت اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے جائز نہیں۔ اللہ کے سامنے تذلل اور اس سے محبت رکھنے کا مطلب اس کی شریعت پر مکمل کاربند ہونا ہے۔(العبودية ۲۵)بعض سلف کا ارشاد ہے: جو اللہ کی عبادت صرف محبت پر کرے وہ زندیق ہے، اور جو اللہ کی عبادت صرف امید پر کرے اس کا تعلق مرجئہ فرقہ سے ہے، اور جو کوئی اللہ کی بندگی صرف خوف کی بنیاد پر کرے وہ خارجی ہے۔(العبودية ۱۰۰) اس سے معلوم ہوا کہ عبادت تذلل ومحبت، اور رجاء وخوف کا مجموعہ ہے

شیخ الاسلام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ عبادت کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:''اسم جامع لكل ما يحبه اللہ ويرضاه من الأقوال والأعمال الباطنه والظاهرة'' (العبودية ۹)''یہ ایسا جامع نام ہے جو ان تمام امور پر مشتمل ہے، جنہیں اللہ تعالی پسند فرماتا ہے، چاہے کہ یہ امور قولی ہوں یا عملی، ظاہر سے تعلق رکھتا ہو یا باطن سے''۔

عبادت کی قبولیت کے لئے دو اہم شرائط ہیں:

(۱) عبادت میں اخلاص کا ہونا: صرف اللہ کی رضامندی مقصود ہونا شرط اول ہے، جیسے اللہ کا ارشاد ہے ﴿فاعبد الله مخلصا له الدين ۞ ألا لله الدين الخالص﴾(الزمر ۲-۳) '' اللہ کی عبادت اس کے لئے دین کو خالص کر کے کرو، خبردار! دین تو خالص اللہ ہی کے لیے ہے۔''

(۲) اتباع سنت: یعنی عبادت نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق ہونا بھی اس کی قبولیت کے لئے اہم شرط ہے۔ارشاد نبوی

ہے:"من عمل عملا لیس علیه امرنا فهو رد" (صحیح مسلم کتاب الأقضیه باب نقض الأحکام الباطلة. السعودیة ۱۷۱۸) عبادت کی بہت ساری قسمیں ہیں۔ ہر وہ عمل جس میں مذکورہ دونوں شروط پائے جائیں' عبادت کہلاتا ہے اور توحید باری تعالیٰ اور باقی عقائد پر یقین عبادت میں سرفہرست ہے۔ بلکہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے: " قرآن میں جہاں بھی "عبادت" کا لفظ وارد ہو ،اس کا معنی توحید باری تعالیٰ ہے"۔(تفسیر بغوی) توحید کے بعد باقی ارکان اسلام بھی اہم ترین عبادات میں شامل ہیں۔

فائدہ (۲) اللہ تعالیٰ نے عبادت کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿لعلکم تتقون ۞﴾ "تاکہ عبادت کر کے تم پرہیز گار بن جاؤ"۔ اس لئے جس کو اللہ کی عبادت سے تقوی جیسی دولت حاصل ہوئی، یقیناً اس نے عبادت کا اصلی ہدف پالیا۔(مخلص عن التفسیر فی ظلال القرآن) تقوی کی تعریف کرتے ہوئے حضرت طلق ابن حبیب ﷫ ارشاد فرماتا ہے:"التقوی ان تعمل بطاعة اللہ علی نور من اللہ ترجو ثواب اللہ ،وان تترك معصية اللہ علی نور من اللہ تخاف عقاب اللہ" یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت دلیل کے ساتھ اور اللہ کی طرف سے ثواب کی امید پر کریں، اور اللہ کی تمام نافرمانیوں کو اللہ کے عذاب کے ڈر سے ترک کریں۔

(جامع العلوم والحکم ۴۰۰)

فائدہ (۳) اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان دونوں آیتوں میں انسانوں کو عطا کی ہوئی بڑی بڑی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا۔ سب سے پہلے لوگوں کی تخلیق کا ذکر فرمایا، کیونکہ تخلیق کی نعمت تمام نعمتوں کا اصل ہے، اگر ہم پیدا ہی نہ ہوتے تو دوسری نعمتیں میسر ہی نہ آتیں۔ اس کے بعد زمین اور آسمان کا تذکرہ فرمایا۔ کیونکہ زمین اور آسمان ہی پر تمام مخلوقات کے رزق اور معیشت کا دارومدار ہے۔ اللہ نے زمین پر آسمان سے بارش نازل کر کے تمام مخلوقات کے لئے رزق کا بندوبست فرمایا۔ جب اللہ ہی سب کا خالق اور رازق ہوا، تو وہی ذات تمام عبادتوں اور طاعتوں کا بھی استحقاق رکھتا ہے۔(الطبری)

فائدہ (۴) توحید ربوبیت (جس کا اقرار کفار بھی کرتے ہیں) ہی کے ذریعے ان پر اللہ تعالیٰ نے توحید الوہیت کو لازم قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿فلا تجعلوا الله اندادا و انتم تعلمون ۞﴾ جب تم اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرتے ہو اور اس کو خالق کائنات مانتے اور امور تکوینی پر اس کا تصرف واختیار تسلیم کرتے ہو، تو عبادت بھی اسی کی کرو اور حاجات کے لیے دعا بھی اسی سے مانگو۔(تفسیر ابن کثیر)

فائدہ (۵): ﴿فلا تجعلوا لله اندادا و انتم تعلمون ۞﴾ سے علماء نے متعدد

استدلال کیے ہیں: (۱) تم اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو برابر اور شریک مت سمجھو۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی شخص کی اطاعت نہ کرو۔ (۳) جاہلیت میں بہت سی شرکیہ باتیں رائج تھیں، آیت کریمہ کا مقصد ان سب سے منع کرنا ہے۔ (الطبری)
صحیح حدیث میں ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے حضرت ابن مسعودؓ نے پوچھا کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو تمہارا خالق ہے، شریک ٹھہرانا"۔ (صحیح البخاری کتاب التفسیر باب قوله تعالی (فلا تجعلوا لله اندادا) رقم (۴۴۷۷) کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: "جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں"۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تو نے مجھے اللہ کا ہمسر بنا دیا؟" (المسند) صححه احمد شاكر الرقم (۱۸۳۹) صحيح ابن ماجه رقم (۱۷۲۰) اور اندادکی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اس سے مراد شریک ہے، اور شرک اس قدر مخفی ہے کہ جیسے تاریک رات میں سیاہ پتھر پر کالی چیونٹی رینگ رہی ہو۔ اگر کوئی شخص کہے: اللہ کی اور تیری زندگی کی قسم، یا کوئی کہے: اگر ہمارے گھر میں کتا نہ ہوتا تو چور آ جاتا، یا گھر میں بطخ نہ ہوتی تو چور آ جاتے، یا کوئی کہے: جو اللہ چاہے اور تُو چاہے، یا کوئی کہے: اللہ اور فلاں شخص نہ ہوتا، یہ سب شرک ہے"۔ اس اثر کی سند کو حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب "العجاب فی بیان الاسباب" میں قوی قرار دیا ہے۔ (التفسير الصحيح د/حكمت بشير ۱/۱۲۰) مذکورہ آیت مبارکہ میں مطلق شرک سے منع کیا گیا۔ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، ظاہر ہو یا مخفی (ایسر التفاسیر ۱/۲۹) مذکورہ نصوص سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شرک انتہائی نازک چیز ہے، لیکن ہمارے معاشرے میں کس قدر بعض شرکیہ باتیں عام ہیں۔ مثلاً بعض کہتے ہیں کہ اگر فلان آدمی' فلاں قسم کا عمل نہ کرتا تو بارش نہ ہوتی۔ اس طرح کی باتیں سب شرک ہیں۔ اللہ ہمیں توحید کو سمجھنے اور شرک جیسی مہلک ترین بیماری سے بچنے کی توفیق بخشے۔ آمین

فائدہ (٦): مذکورہ دونوں آیتوں میں حشر ونشر اور قیامت برپا ہونے اور انسانوں کو دوبارہ زندہ کرکے ان سے حساب لینے پر بھی درج ذیل دلائل موجود ہیں: (پہلی دلیل) اللہ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اعبدوا ربكم الذى خلقكم والذين من قبلكم﴾ جب اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو پہلی بار پیدا فرمایا، تو ان کو ایک بار موت دے کر دوبارہ زندہ کرنا اس ذات کے لیے کوئی مشکل کام نہیں۔ جس کی وضاحت دوسری جگہ آئی ہے: ﴿وهو الذى يبدؤ الخلق ثم يعيده وهو اهون عليه﴾ (الروم/۲۷) "اللہ تعالیٰ وہی ذات ہے جو شروع میں پیدا کرتا ہے، پھر دوبارہ پیدا کرتا ہے اور دوبارہ بنانا اس پر پہلی بار بنانے سے زیادہ آسان ہے"۔ (دوسری دلیل): اللہ پاک نے فرمایا: ﴿الذى جعل لكم الأرض فراشاً والسماءَ بنآءً﴾ یعنی: آسمان اور زمین اللہ کی

سب سے بڑی مخلوقات میں سے ہیں، جب اللہ تعالی کوئی بڑی مخلوق پیدا کرتا ہے، تو اس سے چھوٹی اور حقیر چیز کو پیدا کرنے پر اللہ تعالی بالاولی طاقت رکھتا ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿ لَخلق السموات و الارض اکبر من خلق الناس ﴾ (غافر/ ۵۷) "بے شک آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا آدمیوں کے پیدا کرنے سے کہیں بڑا کام ہے"۔

(تیسری دلیل) اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿و انزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لکم ﴾ یعنی زمین کو ویران ہونے کے بعد دوبارہ اسے زندہ کرنا، اسے سرسبز و شاداب کرنا بھی موت کے بعد دوبارہ حشر و نشر کی واضح دلیل ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿و من ایته انک تری الارض خاشعة فاذآ انزلنا علیها المآء اهتزت و ربت ان الذی احیاها لمحی الموتی انه علی کل شیٔ قدیر ۞﴾ (فصلت/ ۳۹) "اللہ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے' کہ تو زمین کو دبی دبائی دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں' تو وہ تروتازہ ہو کر جھولنے اور ابھرنے لگتی ہے، جس نے اسے زندہ کیا' وہی یقینی طور پر مُردوں کو بھی زندہ کرنے والا ہے۔ بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے"۔ (اضواء البیان)

فائدہ (۷) : اللہ تعالی نے کافروں اور مشرکوں کی دلیل کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿فلا تجعلوا لله اندادا و انتم تعلمون ۞﴾ "تمہارے پاس اللہ کے خالق ہونے کے بارے میں علم ہونے کے باوجود تم اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کیوں ٹھہراتے ہو؟" اس سے معلوم ہوا کہ دلیل واضح ہونے کے بعد اور صحیح علم ملنے کے بعد کسی کی تقلید کرتے ہوئے حق کو ٹھکرانا جائز نہیں۔ (القرطبی)

فائدہ (۸): اللہ نے ارشاد فرمایا: ﴿و السمآء بنآء﴾ "اللہ نے آسمان کو زمین کے لیے چھت کے طور پر بنایا"۔ جس کی تفسیر صحابہؓ کے اقوال کی روشنی میں گزر چکی ہے، کہ اللہ نے آسمان کو قبہ کی شکل میں زمین کے لیے چھت بنایا۔

اللہ تعالی نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿و جعلنا السمآء سقفا محفوظا ﴾ (الانبیاء/ ۳۲) "اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا"۔ حدیث معراج وغیرہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ تمام آسمانوں کے دروازے ہیں۔ ان پر باقاعدہ چوکیدار بھی مقرر ہیں۔ ان حقائق اور دلائل سے اُن سائنسدانوں کی تردید ہوتی ہے، جو اپنے تجربات کی ان حقائق تک عدم رسائی کی وجہ سے کہتے ہیں کہ آسمان کا کوئی مادی وجود نہیں ہے، بلکہ یہ آسمان صرف منتہی البصر ہے۔

فائدہ (۹) : حافظ ابن کثیر رحمة الله علیه فرماتا ہے: امام رازی وغیرہ نے اللہ تعالی کے وجود پر بھی اس آیت سے استدلال کیا ہے۔ فی الواقع یہ آیت اللہ تعالی کے وجود پر بہت بڑی دلیل ہے۔ زمین اور آسمان کی مختلف شکل

وصورت، مختلف مزاج اور مختلف نفع کی چیزیں ان میں سے ہر ایک کا نفع بخش ہونا اور خاص حکمت پر مبنی ہونا، یہ سب اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کائنات کا کوئی عظیم الشان، زبردست سطوت وسلطنت والا کوئی صانع اور خالق موجود ہے۔ کسی بدوی سے پوچھا گیا: "اللہ تعالی کے وجود پر کیا دلیل ہے؟" تو اس نے کہا: "یا سبحان اللہ إن البعر ليدل على البعير وإن اثر الأقدام ليدل على المسير، فسماء ذات ابراج وارض ذات فجاج وبحار ذات امواج الا يدل ذلك على وجود اللطيف الخبير!؟!" یعنی: مینگنی سے اونٹ معلوم ہو سکے اور پاؤں کے نشان دیکھ کر معلوم ہو جائے کہ کوئی آدمی یہاں سے گزرا ہے، تو کیا یہ برجوں والا آسمان، یہ راستوں والی زمین اور موجیں مارتے سمندر اللہ تعالی باریک بین اور خبردار کے وجود پر دلیل نہیں بن سکتے!؟"

امام ابوحنیفہ رحمة الله عليه سے بھی یہی سوال ہوا، تو آپ نے فرمایا: "تم مجھے چھوڑو، میں ابھی کسی سوچ میں پڑا ہوا ہوں، لوگوں نے مجھ سے کہا ہے کہ ایک بہت بڑی کشتی، جس میں طرح طرح کی تجارتی چیزیں ہیں، نہ کوئی اس کا نگہبان ہے نہ ملاح، باوجود اس کے وہ برابر آ' جا رہی ہے، اور بڑی بڑی موجوں کو خود بخود چیرتی پھاڑتی گزر جاتی ہے، ٹھہرنے کی جگہ ٹھہر جاتی ہے، چلنے کی جگہ چلتی رہتی ہے اس کا کوئی کشتیبان ہے نہ منتظم"۔ سوال کرنے والے دہریوں نے کہا: "آپ کس سوچ میں پڑ گئے؟ کوئی عاقل ایسی بات کہہ سکتا ہے کہ اتنی بڑی کشتی نظام کے ساتھ تلاطم خیز سمندر میں آئے جائے، اور اس کا کوئی چلانے والا نہ ہو!؟ آپؒ نے فرمایا "افسوس تمہاری عقلوں پر' کہ ایک کشتی تو بغیر چلانے والے کے نہ چل سکے، لیکن یہ ساری دنیا' آسمان اور زمین کی سب چیزیں ٹھیک اپنے کام پر لگی رہیں' اور ان کا مالک، خالق اور حاکم کوئی نہ ہو؟!" یہ جواب سن کر وہ لوگ ہکے بکے ہو گئے' اور حق کو پہچان کر مسلمان ہو گئے۔ اسی طرح ابن المعتز کا قول ہے:

فيا عجبا كيف يُعصى الإلٰه　　　أم كيف يجحده الجاحد

وفي كل شيء له آية　　　تدل على أنه واحد

"افسوس! اللہ تعالی کی نافرمانی اور اس کی ذات کے جھٹلانے پر لوگ کیسی دلیری کر جاتے ہیں، حالانکہ ہر چیز اس پروردگار کی ہستی اور اس کے لاشریک ہونے پر گواہ ہے"۔ (تفسير ابن كثير).

تنبیه : بعض مفسرین کی رائے ہے کہ ہر وہ آیت جس کے شروع میں: ﴿يا أيها الناس ...... ﴾ ہو، وہ مکی ہے اور جس کے شروع میں ﴿يا أيها الذين آمنوا ...... ﴾ ہو، وہ مدنی ہے۔ لیکن حافظ قرطبی رحمه الله نے اس